OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 462-477

انسانی زیست کے شرعی اور معاشرتی واجبات

Human Life: Sharīʿah and Social Obligations

Dr. Muhammad Naeem Anwar
Associate Professor, Department of Islamic Studies, GC University Lahore
Email: dr.naeemanwer@gcu.edu.pk

Muhammad Haider Zamir
Visiting Faculty, University of the Punjab, Lahore
Email: haafizhaider@gmail.com

Abstract

This study examines the Sharīʿah and social obligations of human life from the perspective of the Qur'ān, Sunnah, and the principles of Islamic jurisprudence. It highlights that Allah Almighty is the sole sovereign Lawgiver, and all legal obligations originate from divine revelation. The research explains the concepts of farḍ (obligatory acts) and wājib (necessary duties), their legal significance, classifications, and practical implications in both individual and collective life. It further discusses the distinction between farḍ ʿayn and farḍ kifāyah, emphasizing that personal obligations strengthen the relationship between the individual and Allah, while collective obligations ensure the moral, social, and institutional well-being of society. The study also underlines the importance of justice, fulfillment of rights, obedience to divine commands, social reform, enjoining good and forbidding evil, and the role of educational institutions in cultivating responsible citizens. It concludes that a peaceful, just, and prosperous society can only be established when individuals consciously fulfill their Sharīʿah and social responsibilities in accordance with Islamic teachings.

***Keywords**: Sharīʿah Obligations, Social Responsibilities, Farḍ, Wājib, Farḍ ʿAyn, Farḍ Kifāyah, Islamic Law, Social Reform, Human Rights, Islamic Society.*

CC BY

تمہید

انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق اور زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے، جس میں اس کی انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، معاشرتی اور قانونی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی موجود ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ نے انسان کے حقوق و فرائض کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق استوار کر سکے اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے۔

اسلامی شریعت میں انسانی زندگی کے شرعی اور معاشرتی واجبات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ شرعی واجبات انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتے ہیں، جبکہ معاشرتی واجبات افرادِ معاشرہ کے درمیان عدل، مساوات، اخوت، تعاون، حسنِ سلوک اور باہمی اعتماد کو فروغ دیتے ہیں۔ جب ایک مسلمان اپنے فرائض اور واجبات کو صحیح معنوں میں ادا کرتا ہے تو اس کی شخصیت سنورتی ہے، خاندان مستحکم ہوتا ہے اور پورا معاشرہ امن، انصاف اور فلاح کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

اس مقالے میں انسانی زیست کے شرعی اور معاشرتی واجبات کا اصولی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں احکامِ شرعیہ کے مصادر، فرض اور واجب کی حقیقت، واجبات کی مختلف اقسام، فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کی اہمیت، نیز انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ مزید برآں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے کی اصلاح، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، عدل و انصاف کا قیام اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

یہ مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ ایک مضبوط، باامن اور فلاحی اسلامی معاشرہ اسی وقت وجود میں آ سکتا ہے جب ہر فرد اپنے شرعی اور معاشرتی فرائض کو شعوری طور پر سمجھے اور اخلاص کے ساتھ ادا کرے۔ یہی طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کا تقاضا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

تفقہ فی الدین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔(1)

"تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقُّہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تاکہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے) بچیں۔"

یہ آیت کریمہ تفقہ فی الدین کی اہمیت کو ہمارے سامنے واضح کرتی ہے۔ تفقہ فی الدین کی وجہ سے قوم اپنے فرائض حیات اور اپنے واجبات زیست سے آگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی طرف اور اس کے احکام دین کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔(2)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی۔"

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں امام ابو بکر جصاص نے احکام القرآن میں اولی الامر سے مراد جہاں اہل حکومت کو مراد لیا ہے

وہاں اولی الامر میں اہل استنباط کو بھی شامل کیا ہے۔ اس لیے امام جصاص واضح کرتے ہیں کہ

قال ابوبکر یجوز ان یرید به الفریقین الفقه والولاة لوقوع الاسم علیهما جمیعا۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد اہل الفقہ کو بھی مراد لیتے تھے۔(4)

ان اولی الامر کی پیروی امت پر واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اہل کوفہ کے لیے صدر مدرس بن کر آئے تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اہل کوفہ کے لیے امیر بن کر آئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اہل کوفہ سے ان کے بارے میں فرمایا:

فاقتدوا بهما واسمعوا من قولهما۔(5)

تم ان دونوں کی پیروی کرو اور ان دونوں کی اطاعت بجالاؤ اور ان دونوں کے قول کو قبول کرو۔

حضرت مجاہد نے کہا:

اولی الامر ربما قال اولو العقل والفقه فی دین اللہ۔(6)

اولی الامر سے مراد اہل عقل اور اہل فقہ بھی مراد لیے گئے ہیں۔

اور اسی بات کو حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ عطا بن ابی رباح نے بھی بیان کیا ہے:

اولی الامر هم اهل العلم والفقه۔(7)

اس سے مراد اہل استنباط اور اہل استخراج بھی ہیں۔

امام جصاص مزید واضح کرتے ہیں کہ

اولی الامر ای العلما یلون حفظ الشریعة وما یجوز وما لایجوز۔(8)

اولی الامر کی ولایت علماء کو بھی حاصل ہے جو حفظ شریعت یجوز اور لایجوز کے مسائل فقہ کے والی ہیں اور اہل ولایت ہیں۔

فقیہ اور اصولی کا کردار در استنباطِ احکام

اہل فقہ جہاں قرآن حکیم کی آیات کی معتبر و مستند اور معقول تفسیر منشاایزدی کے مطابق کرتے ہیں وہاں وہ قرآنی آیات کی باہم تطبیق اور تلفیق کو بھی بیان کرتے ہیں اور قرآن حکیم سے اسلامی قانون سازی کے اصول و ضوابط اور ان کے عملی اطلاقات کو بھی واضح کرتے ہیں۔ ایک عالم اصول الفقہ قرآن و سنت سے حکم شرعی کے استنباط و استخراج اور استدلال کے اصول اخذ کرتا ہے اور ایک فقیہ و مجتہد ان ماخوذ اصول شرع کی روشنی میں قرآن و سنت سے منصوص احکامات شرعیہ کو بیان کرتا ہے اور غیر منصوص مسائل میں مستنبط من الکتاب والسنہ احکامات شرعیہ کو عیاں کرتا ہے۔

غیر منصوص مسائل میں حکم کے استنباط کے عمل کو ہی اجتہاد کہتے ہیں۔ یوں ایک اصولی اور فقیہ دونوں مجتہد ہوتے ہیں۔ باری تعالیٰ جن افراد معاشرہ کو اس صفت کا حامل بناتا ہے۔ وہ اپنے دامن میں اللہ کی بارگاہ سے خیر و برکت کو جمع کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین۔(9)

باری تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے اپنے دین کا گہرا فہم عطا کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنی زندگی میں یاایھاالذین امنوا۔ اے ایمان والو کا اعزاز رکھتا ہے اور جس نے اپنی زبان و دل سے تصدیق کی ہے اور خوب اچھی طرح جانا اور مانا ہے اور پھر سارے عالم کی گواہی و شہادت دی ہے کہ اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ وہ مسلمان ہے اور وہ مومن ہے اور اس کلمے کے اقرار اور اظہار کے بعد اس کی زندگی کا حاکم حقیقی اب اللہ ہو گیا ہے۔ انسان کی زندگی کے تمام احکامات کا مآخذ اور مصدر اللہ کی ذات ہے اور بالخصوص شریعت اسلامی میں ہر حکم اصلاً اللہ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

ان مصدر الاحکام فی الشریعة الاسلامیه هوالله تعالی وحده۔(10)

تو اس اعتبار حاکم مطلق فقط اللہ کی ذات ہے۔

الذی یصدر عنه الحکم هوالله وحده فلا حکم الا ماحکم به ولا شرع الا ماشرعه۔(11)

حاکم کون ہے؟

حاکم وہ ذات ہے جس سے کوئی حکم صادر ہوتا ہے اور وہ حاکم حقیقی فقط اللہ ہے۔ وہی جس چیز کا حکم کرتا ہے وہ حکم ہوتا ہے۔ وہی جس چیز کو شریعت بناتا ہے وہی حکم شریعت بنتا ہے۔

باری تعالیٰ نے اپنی حاکمیت اعلیٰ اور حاکمیت مطلقہ (Ulimate sovereignty) کا اعلان خود قرآن میں یوں کیا ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلہِ۔(12)

"حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلاَ لَهُ الْحُكْمُ۔(13)

"جان لو حکم فرمانا اسی کا کام ہے۔"

سورہ الرعد میں باری تعالیٰ نے اپنی شان حاکمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

وَاللہ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ۔(14)

"اور اللہ ہی حکم فرماتا ہے کوئی بھی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے۔"

اب اہل ایمان کو یہ سارے حقائق سمجھا کر اپنی زندگی کے حاکم مطلق اور حاکم حقیقی کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے اور اس کی ترغیب و تشویق اور اس کی تاکید اور توثیق کرتے ہوئے فرمایا:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔(15)

"(اے لوگو!) تم صرف اُس (وحی) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی ہے۔"

اب وہ لوگ جو اہل ایمان ہوئے جنھوں نے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے ساتھ رب کو لا الہ الا اللہ کی صورت میں مانا ہے۔ ان کو حکم دیا جا رہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔(16)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ کے حکم کے نافرمان

اب اگر کوئی اپنی زندگی میں اللہ کے حکم کو نہیں مانتا ہے اور اس کے حکم کو اپنی زیست میں نہیں اپناتا ہے۔ حتیٰ کہ اس حکم خداوندی کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو وہ کافر ٹھہرتا ہے جس کا اعلان قرآن یوں کرتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔(17)

"اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں۔"

اور وہ شخص جس نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے اور اسلام میں داخل ہو گیا ہے مگر اللہ کے حکم کی پیروی نہیں کرتا ہے۔ اس کو قرآن فاسق قرار دیتا ہے اور کسی کو اس حکم کو نہ ماننے کی وجہ سے ظالم قرار دیتا ہے۔ جس کا اظہار قرآن بالترتیب یوں کرتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔(18)

"اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۔"

اور ظالموں کے لیے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔(19)

"اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

پس اللہ کے حکم اور اس کے حاکم مطلق ہونے کی شان سے انکار کرنے والا کافر ہے اور اللہ کی ذات پر ایمان رکھنے والا ہے مگر اس کے حکم پر عمل نہ کرنے والا اور اس کے حکم سے اعراض کرنے والا اور اس کے حکم کو اپنے وجود میں نافذ نہ کرنے والا۔ فاولئک الفاسقون وہ فاسق لوگوں میں سے ہے اور وہ شخص جو اللہ کی ذات پر ایمان رکھتا ہے مگر اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے اور لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ احکام الٰہیہ کو عملاً مانتا نہیں ہے اور نہ ہی ان پر عمل کرتا ہے بلکہ احکام الٰہیہ کے خلاف کرتا ہے۔ جس سے حکم شرعی اور دین کی روح مجروح ہوتی ہے۔ وہ حکم سراسر شریعت کے خلاف ہے وہ عمل اپنی نوعیت اور اپنی حیثیت میں ظلم ہی ظلم ہے اور عدل کے صریح کے منافی ہے تو ایسا شخص ظالم ہے۔ فاولئک ہم الظالمون۔

حکم شرعی

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ حاکم کا حکم کیا ہے اور اس کے حکم کو دین میں حکم شرعی کا نام دیتے ہیں اور یہ حکم شرعی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے صادر کیا جاتا ہے۔ اس بناپر حکم شرعی کی اصطلاحی تعریف اصولین و مجتہدین نے یہ کی ہے:

الحکم انه خطاب اللّٰہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین طلباً او تخییراً او وضعاً۔(20)

حکم شرعی باری تعالیٰ کے اس خطاب کو کہتے ہیں جس کا تعلق مکلفین کے افعال کے ساتھ باعتبار مطالبہ، تخییر اور وضع کے ہوتا ہے۔

حکم شرعی کی اقسام

حکم شرعی کو پھر دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حکم تکلیفی ہے اور دوسرا حکم وضعی ہے۔ ہمارا مقصود کلام حکم تکلیفی ہے جس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

حکم تکلیفی

الحکم التکلیفی وھو ما یقتضی طلب الفعل او الکف عنه او التخییر بین الفعل والترک۔(21)

حکم شرعی میں سے حکم تکلیفی وہ فعل ہے جس میں شارع مکلّف سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے یا اس فعل سے رکنے کا مطالبہ کرتا ہے یا کسی فعل کو کرنے یا نہ کرنے کے درمیان اختیار دیتا ہے اس کو حکم تکلیفی کہتے ہیں۔

اور اس کو حکم تکلیفی کا نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ اس میں ہر انسان کے لیے کچھ کلفت اور کچھ مشقت پائی جاتی ہے اور بندے کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مکلّف اور ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جبکہ مکلّف اپنے اندر اس فعل کے کرنے اور نہ کرنے کی طاقت اور استعداد رکھتا ہے اور اگر کوئی فعل مکلّف کی طاقت اور استعداد سے ہی باہر ہو تو پھر وہ حکم تکلیفی نہ ہوگا بلکہ وہ حکم زائد علی الاستطاعۃ ہوگا اور وہ حکم اکراہ ہوگا۔ شارع جو بڑا ہی حکیم و دانا ہے وہ ایسا حکم دینے سے منزہ و پاک ہے کہ وہ بندوں کو اس طرح کا حکم دے کہ جس کو بجالانے کی ان میں استعداد اور طاقت ہی نہیں پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر ہر شرعی حکم کی خاصیت یہ ہے کہ وہ حکم شرع اپنی عملیت میں بندے کی استعداد اور قدرت میں ہوتا ہے اور یہی قاعدہ شریعت ہے:

لاتکلیف الابمقدور۔(22)

بندے کو محض اس چیز کا مکلّف بنایا جاتا ہے جو اس کی استعداد میں ہوتا ہے۔

اب اس حکم شرعی و تکلیفی میں سے ہم صرف اس کی ایک قسم انسانی زندگی کے فرائض و واجبات کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی میں شرعی فرض اور واجب کیا ہے۔

فرض اور واجب کی تعریف

الایجاب وھو طلب الشارع الفعل علی سبیل الحتم والالزام۔(22)

شارع کا مکلّف سے کسی فعل کو ضروری اور لازمی طور پر طلب کرنا فرض و واجب کہلاتا ہے۔

فرض و واجب فعل میں شارع کی طرف سے اس فعل کو علی سبیل الحتم اور علی سبیل الالزام طلب کہا جاتا ہے اور یہ طلب طلب جازم ہوتی ہے۔ اس فعل کو بہر صورت بجالانا ہوتا ہے۔ اس فعل کو لازمی و وجوبی اور حتمی طور پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ یہ فعل مکلّف پر اپنے اثر کے اعتبار سے وجوب کی حیثیت رکھتا ہے اور شریعت میں اپنی ادائیگی کے اعتبار سے فعل فرض اور فعل واجب کی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ بدلیل قطعی لاشبھۃ فیہ یہ فرض وواجب فعل دلیل قطعی سے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش تک باقی نہیں رہتی ہے۔

فرض اور واجب کی شرعی اہمیت اور حکم

اس فرض اور واجب فعل کی شرعی اہمیت اور اس کا حکم یہ ہے کہ

لزوم الاتیان بہ مع ثواب فاعلہ وعقاب تارکہ ویکفر منکرہ۔(23)

اس کا بجالانا ضروری ہے اس کے کرنے والے کے لیے ثواب اور ترک کرنے والے کے لیے عذاب ہے اور اس کا انکار والا کافر ہو جاتا ہے۔

اور امام بزدوی نے فرض و واجب کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ

فحکمہ للزوم علماً۔ وعملاً ویکفر جاھدہ ویفسق تارکہ بلاعذر۔(24)

اس فرض و واجب کا حکم یہ ہے اس کا علمی طور پر ماننا اور عملی طور پر بجالانا لازم ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور بغیر عذر ترک کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے۔

آیئے اب ہم اس فرض و واجب کو اپنی زندگی کے شرعی اعمال میں سے سمجھتے ہیں۔ باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔(25)

''اور نماز قائم (کیا) کرو اور زکوۃ دیتے رہا کرو۔''

نماز کی ادائیگی

اب اس آیہ کریمہ میں فعل صلوٰۃ ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض و واجب ہے۔ یہ فعل وجوب ہے، شارع ہر مکلّف سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ بطور لزوم کر رہا ہے۔ یقینی اور حتمی طلب کے ذریعے اس کے بجالانے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اس فعل کا مطالبہ شارع کی طرف سے بندہ مکلّف سے طلب جازم کے ساتھ کیا جارہا ہے اور اس کا بجالانا بندے پر بہر صورت لازم ہے۔ اب اس فعل مکلّف پر اس کے شرعی حکم کا نفاذ کرتے ہیں۔ اس فعل صلاۃ کو بجالانے پر مکلّف و بندے کو عنداللہ " ثواب فاعلہ " ثواب واجر عطا کیا جائے گا اور اگر کسی نے اس فعل صلاۃ کو اپنی زندگی میں قائم نہ کیا تو " عقاب تارکہ " اس کے ترک کرنے والے کو عقاب و عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اور اگر کوئی فعل صلاۃ کا زبانی انکار کرے گا تو وہ یکفر جاحدہ تو وہ کافر ٹھہرے گا اور اگر عملاً انکار کیا ویفسق ناکرہ تو وہ فاسق شمار ہوگا۔

اسی طرح ہم ہر فرض و واجب کے بارے میں سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا بجالانا ہمارے لیے انتہائی ضروری اور لازمی ہے تاکہ حکم کی بجاآوری کے ذریعے ہم مستحق ثواب بنیں اور حکم عدولی کے باعث ہم فاسق و فاجر نہ بنیں اور اللہ کے ناپسندیدہ بندوں میں شمار نہ ہوں۔

زکوۃ کی ادائیگی

اب ہماری زندگی کے فرائض و واجبات میں سے ہے کہ ہم اپنے مالوں میں سے مقررہ مقدار کے مطابق و موافق ایک سال گزرنے پر زکوۃ ادا کریں۔ زکوۃ کی ادائیگی کے مطابق و موافق ایک سال گزرنے پر زکوۃ ادا کریں۔ زکوۃ کی ادائیگی ہمارے لیے فعل فرض و واجب ہے۔ یہ فعل بہر صورت ہم سے ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح وبرالوالدین اپنے ماں باپ کے ساتھ وبالوالدین احسانا حسن سلوک کریں۔ ان کی خوب خدمت اور عزت کریں۔ ان کے جملہ حقوق ادا کریں اور اپنی ذات سے ان کو راحت و سکون فراہم کریں۔ اس لیے کہ یہ فعل فرض و واجب ہے۔ اسی طرح ہم اپنی زندگی میں کاروبار و تجارت کرتے ہوئے اور معاشرتی و سماجی زندگی کے تعلقات نبھاتے ہوئے ہم پر یہ فعل فرض و واجب ہے کہ ہم اوفو بالعقود پر عمل کریں۔

اپنے کیے ہوئے وعدے کے ایفاء کو اپنی زندگی کا فرض اور واجب جانیں اور اس کو بہر صورت نبھائیں اور اس وعدے کو ایفائے کرنے میں کسی قسم کی سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کریں اور اگر ہم اپنی زندگی اور اپنی بندگی کے ان فرائض و واجبات کو ادا کرتے رہے تو عنداللہ ماجور ہوں گے اور مستحق ثواب ہوں گے اور اللہ کی بارگاہ سے اجر کے حقدار ہوں گے اور اگر ان فرائض و واجبات کو ہم نے ترک کیا اور ان کو بجالانے میں کسی قسم کی غفلت برتی تو ہم مستحق عقاب و عذاب ہوں گے۔ اس لیے کہ ہم اپنے فرض کے تارک ہیں اور ہم اپنے واجب کے تارک ہیں۔ جس کی سزا اللہ کا غضب اور عذاب ہی ہے۔ اس لیے کہ

وان تارکہ یستحق الذم والعقاب۔(26)

فرض و واجب کا تارک مذمت اور عقاب کا مستحق ہوا کرتا ہے۔

فرائض کی ادائیگی اور قضا

جب ہم اپنی زندگی کے فرائض اور واجبات کو کتاب اللہ اور سنت رسول کے حوالے سے ڈھونڈتے ہیں تو ہماری زندگی کے واجب افعال مختلف صورتوں اور قسموں میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک قسم واجبات شرعیہ کی وہ ہے جس کو ہم اس کے وقت کی ادائیگی کی مدت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ ہماری زندگی کا وہ شرعی واجب جس کی ادائیگی کے لیے فوری کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا ہے۔ اس کو واجب مطلق بولتے ہیں۔

هو ماطلب الشارع فعله دون ان يقيده اداء ه بوقت معين۔(27)

وہ واجب جس کے ادا کرنے کا شارع مکلّف سے مطالبہ کرے لیکن اس کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہ کرے۔

اس واجب میں شارع مکلّف کو یہ اختیار دیتا ہے۔

ان يفعله فی ای وقت شاء۔(28)

روزہ اور اس کی قضا

کہ وہ مکلّف جب چاہے اور جس وقت چاہے اپنی زندگی میں کسی بھی وقت اس کو ادا کر سکتا ہے اور جب بھی وہ اسے ادا کرے گا۔ وہ فرض اور وہ واجب اس کے ذمہ سے ساقط اور ادا ہو جائے گا۔ یوں وہ فرض کو ادا کر کے اپنی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ جیسے رمضان کے روزے کی قضا کا مسئلہ ہے:

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔(29)

جب کسی شخص سے کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوٹ جاتا ہے تو اب اس مکلّف کو اختیار ہے کہ زندگی میں جب چاہے وہ اس روزے کی قضا مکمل کرلے اور کسی خاص مہینے و سال کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس لیے یہ واجب مطلق ہے۔(30)

قسم کا کفارہ

اسی طرح ایک شخص نے قسم توڑ دی تو اب اس پر اس قسم کا کفارہ واجب ہے۔ اب یہ کفارہ قسم کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص وقت شریعت نے مقرر نہیں کیا ہے۔ جب بھی وہ مکلّف ادا کرے گا۔ وہ فعل اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اس لیے یہ واجب مطلق ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً۔(31)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔''

اسی طرح ایک شخص پر حج فرض و واجب ہے۔ وہ صاحب مستطیع اور صاحب استعداد ہے۔ وہ حج ادا کرنے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے۔ اب یہ حج اس کی زندگی کے لیے واجب مطلق ہے۔ جب یہ مکلّف چاہے گا یہ حج اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ لیکن واجب مطلق میں بہتر صورت یہ ہے کہ ينبغی له المبادرة اولی الاداء اس کو جتنی جلدی ہو ادا کر دیا جائے تاکہ یہ انسان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ اس لیے کہ انسانی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

واجب مقید

اسی طرح واجب کی ادائیگی وقت کے اعتبار سے دوسری قسم کا نام واجب مقید ہے۔ یہ وہ واجب ہے:

ماطلب الشارع فعله وعين لاوائه وقتا محددا۔(32)

شارع اس فعل کے کرنے کا مکلّف سے مطالبہ کرتا ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص وقت بھی مقرر کرتا ہے۔ واجب مقید میں پانچ وقت کی نمازیں آجاتی ہیں۔ جن میں سے ہر نماز کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے۔ اسی وقت میں وہ نماز ادا ہوتی ہے مگر وہ مقررہ وقت گزر جائے تو پھر نماز ادا نہ ہوگی بلکہ وہ نماز قضا ہوگی۔ اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں کے لیے بھی وقت مقرر ہے۔ رمضان کے روزوں کو موسموں اور دنوں کی رعایت کیے بغیر اپنے مقررہ وقت میں ہی ادا کرنا ہوتا ہے اور اگر اس مقررہ وقت پر روزہ نہ رکھا جائے تو وہ روزہ قضا ہوگا۔ واجب مقید میں اس واجب کو نہ وقت سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ وقت کے گزر جانے کے بعد اسے ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی ادائیگی کے لیے وقت شارع نے مقرر دیا ہے اور یہ اسی وقت میں ہی ادا ہوگا اور بغیر کسی عذر شرعی کے اگر کسی نے اس واجب کو مقررہ وقت میں ادا نہ کیا تو وہ گنہگار ہوگا۔

ویاثم بتاخیرہ بعد وقتہ من غیر عذر مشروع۔(33)

واجب معین

اصولیین اور مجتہدین نے واجب کی ایک اور تقسیم تعین المطلوب اور عدم تعین المطلوب کے اعتبار سے بھی کی ہے اور اس کو واجب معین اور واجب غیر معین بھی کہتے ہیں۔ واجب معین کی تعریف وہ یوں کرتے ہیں:

الواجب المعین ھو طلبه الشارع بعینه من غیر تخییر للمکلف بین امور مختلفه۔(34)

وہ واجب معین جس کی شارع کوئی مقدار متعین کردے جس میں مکلّف کو مختلف چیزوں میں سے کوئی اختیار نہ دیا جائے۔ جیسے نماز ہے، روزہ ہے اور مغضوب شدہ مال ہے اس مال کو اسی طرح لوٹایا جائے گا جیسے وہ غصب کیا گیا تھا۔ اس واجب کو جب تک بعینہٖ ادا نہ کیا جائے۔ اس وقت تک یہ مکلّف کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔

عدم براء ۃ الذمة الا بفعله بعینه۔(35)

واجب غیر معین

جبکہ اسی واجب کی دوسری قسم کا نام واجب غیر معین ہے۔

الواجب غیرالمعین ھو ماطلبه الشارع لا بعینه ولکن ضمن امور معلومة۔(36)

وہ واجب جس کا شارع بعینہٖ مطالبہ نہ کرے لیکن مختلف امور میں مطالبہ ہو۔ یہ واجب کبھی دو امور میں ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا مکلّف کو حق حاصل ہوتا ہے اور کبھی تین امور میں سے مکلّف کو کسی ایک کو اختیار کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ جیسے جنگی قیدیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَإِمَّا مَنًّام بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔(37)

''پھر اس کے بعد یا تو (انہیں) احسان کرتے ہوئے (بلا معاوضہ چھوڑ دو) یا فدیہ (یعنی معاوضہ رہائی) لے کر (آزاد کر دو) یہاں تک کہ جنگ (کرنے والی مخالف فوج) اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی صلح وامن کا اعلان کر دے)۔''

پس اس میں امام و سربراہ کو اختیار ہے قیدیوں پر احسان کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دے یا ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دے یوں واجب غیر معین بن جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی یہ واجب غیر معین تین چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسے کفارہ یمین ہے۔

ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیۡمَانِکُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ وَاحۡفَظُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔(38)

"یہ تمہاری قسموں کا کفّارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور پھر توڑ بیٹھو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں خوب واضح فرماتا ہے تاکہ تم (اس کے احکام کی اطاعت کر کے) شکر گزار بن جاؤ۔"

کفارہ یمین کی ادائیگی دس مساکین کو کھانا کھلانے سے ہو جاتی ہے یا دس مساکین کو "اوکسوتھم" کپڑے پہنانے سے ہو جاتی ہے یا او تحریر رقبۃ یا کسی غلام کو آزاد کرنے سے اس کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور اگر اس واجب کو ادا کرنے والا ان تینوں چیزوں کی استطاعت نہ رکھے تو

فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ۔(39)

"پھر جسے (یہ سب کچھ) میسّر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔"

پھر وہ تین دن روزے رکھ کر اپنا کفارہ یمین ادا کر سکتا ہے۔ یہی واجب غیر معین اسی صورت میں واجب معین بن جاتا ہے۔

واجب محدد

واجب کی ایک اور تقسیم واجب کی مقدار مقرر اور واجب کی مقدار غیر مقرر کے طور پر کرتے ہیں۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ واجب باعتبار تعین المقدار اور واجب بغیر تعین المقدار اور اس کو واجب محدد اور واجب غیر محدد بھی کہتے ہیں۔ واجب محدد کی تعریف

هو ماعین الشارع منه مقدارا محددا کالزکاة واثمان المشتریات المبیعات والدیات ونحو ذلک۔

وہ واجب جس کی شارع کوئی مقدار متعین کر دے جیسے زکوۃ کی مال میں سے شارع نے ایک مقدار مقرر کی ہے۔ خرید وفروخت میں اشیاء کی قیمت مقرر ہوتی ہے یا کر لی جاتی ہے جبکہ واجب غیر محدد

هوالذی لم یحدد الشارع مقدار(40)

واجب غیر محدد

وہ واجب جس کی شارع نے مقدار متعین نہ کی ہو۔ جیسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے زکوۃ کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کے لیے کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔ اس کی مقدار محتاج کی حاجت اور خرچ کرنے والی کی قدرت و استعداد پر مشتمل ہے۔ جس قدر اس کے لیے ممکن ہو وہ اپنا مال ضرورت مند کی حاجت پوری کرنے کے لیے خرچ کر سکتا ہے۔ اسی طرح بھوکے افراد کو کھانا کھلانا ہے جس قدر اس کے لیے ممکن ہو وہ افلاس شدہ لوگوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔

واجب کی ایک اہم اور تقسیم تکلیف مکلّف کی نوعیت کے اعتبار سے ہے اس حوالے سے واجب کی دو قسمیں ہیں۔ واجب عینی اور واجب کفائی۔

واجب عینی

واجب عینی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ

هو ماطلب الشارع حصوکه من کل واحد من المکلفین۔(41)

وہ واجب جس کے حصول کا شارع نے ہر مکلّف سے مطالبہ کیا ہو اور یہ فعل کسی دوسرے مکلّف کی ادائیگی سے اس کی طرف سے ادا نہ ہوگا یہ فعل مکلّف کو از خود ادا کرنا ہوگا۔ مثلاً ہر شخص کو اپنی نماز خود ادا کرنی ہے کسی دوسرے کے نماز پڑھنے سے اس کے ذمے وجوب صلوۃ کا عمل ادا نہ ہوگا۔ اسے اپنی زکوۃ بھی خود ادا کرنی ہے اور ہر کسی کو اپنا روزہ خود رکھنا ہے۔ اپنے کیے ہوئے وعدوں کو ہر کسی نے خود پورا کرنا ہے اور ہر حقدار کو اس کا حق اس نے خود ادا کرنا ہے۔ اس لیے کہ واجب عینی ہر شخص کی ذات پر لازم ہے۔ ہر شخص جب تک اس کو خود ادا نہیں کرے گا وہ واجب عینی ادا نہ ہوگا۔

واجب کفائی

واجب کفائی کی تعریف یہ کی گئی ہے:

هو ماطلب الشارع حصوله من جماعة المكلفين لا من كل فردعلى حدة۔(42)

وہ واجب جس میں شارع اس کی ادائیگی کے لیے ایک جماعت مکلفین سے مطالبہ کرے جس میں ہر فرد سے الگ ادائیگی کا مطالبہ نہ کیا جائے اور اس واجب میں شارع کا مقصود جماعت سے اس فعل کی ادائیگی ہے۔

وانما يطلب من مجموعة المكلفين ۔(43)

اس میں ادائیگی کا مطالبہ مکلفین سے مجموعی طور پر کیا جاتا ہے۔

اگر واجب کفائی اجتماعی طور پر ادا نہ ہو تو سب کے سب لوگ گناہگار ہوں گے۔ اس لیے واجب کی ادائیگی کا مطالبہ ساری امت سے کیا گیا تھا۔ پس وہ شخص جو اس فعل پر قادر ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اسے ادا کرے اور جو عاجز ہے اس پر لازم ہے کہ وہ قادر کو اس فعل کی ادائیگی کے لیے آمادہ کرے۔ اگر یہ فعل واجب کفائی ادا نہ ہوا تو سب کے سب لوگ گناہگار ہوں گے۔ قادر اس لیے کہ اس نے ادا نہیں کیا ہے اور عاجز اس لیے کہ اس نے دوسرے قادر کو اس کی ادائیگی کی ترغیب نہیں دی ہے۔(44)

اب اس واجب کفائی کے تحت تفقہ فی الدین کا عمل ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ امت کے ایک طبقے کو لازمی طور پر دین میں تفقہ اور فہم حاصل کرنا ہوگا پھر اس کا افہام و ابلاغ کرنا ہوگا۔ اسی طرح امر بالمعروف کی ذمہ داری امت کے ایک طبقے کو لازمی طور پر ہر صورت میں ادا کرنی ہے اور یہ طبقہ ساری قوم میں امر بالمعروف کی لازمی دعوت دیتا رہے اور لوگوں کو خیر پر ثابت قدم رکھتا رہے اور اسی طرح ایک طبقہ قوم نہی عن المنکر کا مستقل اور مسلسل فریضہ سرانجام دیتا رہے اور ہمیشہ لوگوں کو برائی سے منع کرتا رہے تاکہ معاشرے میں جرائم، برائیوں اور گناہوں کا فروغ نہ ہونے پائے۔

خلاصہ کلام

بحیثیت مسلمان اور بحیثیت مومن ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کا ایک حاکم مطلق ہے۔ ہم سب کا ایک حاکم اعلیٰ ہے۔ ایک ذات کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ اس رب نے ہماری ہدایت کے لیے اپنا حکم شرعی اپنی حاکمانہ حیثیت کے ساتھ ہماری زندگیوں میں جاری کیا ہے۔ اگر ہم اس کے حکم شرعی کو اپنی زندگیوں میں اپناتے ہیں تو اس کا نتیجہ ہم ہدایت ربانی کی صورت میں حاصل کریں گے اور اگر ہم اس حکم شرعی کے تارک ہوتے ہیں تو ہم جہاں اس حاکم مطلق کے نافرمان ہوں گے وہیں ہم حکم شرعی کو ترک کر کے اللہ کی ہدایت سے بھی محروم ہوں گے۔

باری تعالیٰ نے اپنی حاکمانہ شان کے ساتھ ہماری روزانہ کی زندگی میں پانچ اوقات کے لیے اپنا حکم صلاۃ جاری کیا ہے اور فرمایا ہے ہر بالغ مرد اور عورت پر نماز فرض عین ہے اور واجب عین ہے۔ ہر شخص نماز کی پابندی کرے اور ہر نماز کے مقررہ وقت

پر لازمی اور ضروری حد تک اور یقینی و حتمی حد تک وہ نماز کو لازمی قائم کرے اور یہ حکم شرعی واقیموا الصلوۃ کے کلمات کے ساتھ جاری کیا ہے۔ اب اگر کوئی اس حکم شرعی پر عمل نہیں کرتا ہے تو وہ گناہگار ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں مجرم ہوگا۔ اس کے عتاب اور عقاب کا مستحق ہوگا اور اس کے غضب و عذاب کو اپنی جان پر نافذ کرنے والا ہوگا۔ اس لیے کہ شارع ہر ایک مکلّف سے فرض عین کے طور پر تقاضا کرتا ہے:

ماطلب الشارع فعله من كل فرد من افراد المكلفين (45)

ہر مکلّف نے لازمی طور پر اس فعل کو بہر صورت بجالانا ہے۔

یہ نماز ہر مسلمان پر بلوغت کی عمر سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک فرض عین ہے اور واجب عین ہے۔ اسی طرح اپنے مال سے سال میں ایک مرتبہ زکوۃ دینا فرض عین اور واجب عین ہے۔ اسی طرح زندگی میں صاحب استعداد ہونے پر حج کرنا فرض عین ہے اور واجب عین ہے۔ اور اسی طرح رمضان کے روزے رکھنا ہر شخص پر فرض عین ہے اور واجب عین ہے جبکہ ہماری شرعی اور معاشرتی زندگی میں کچھ فرض کفایہ بھی ہیں اور کچھ واجب کفایہ بھی ہیں۔ جن کی ادائیگی کا مطالبہ شارع اہل ایمان سے بطور جماعت کرتا ہے۔

هو ما طلب الشارع حصوله من جماعة المكلفين۔(46)

فرض واجب کفایہ کی ادائیگی کا مطالبہ شارع ہر ہر مکلّف سے نہیں کرتا ہے۔ اگر چند لوگوں نے اس واجب کفائی کو ادا کر دیا ہے تو وہ سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اگر کسی نے بھی اس فعل واجب کفائی کو ادا نہ کیا ہے تو سب کے سب لوگ گناہگار ہوں گے۔ واجب کفائی میں اس فعل کو بجالانے کا مطالبہ ہے۔ اس کے لیے اس میں کوئی فاعل مختص نہیں ہے جبکہ فرض عین اور واجب عین میں فعل اور فاعل دونوں مقرر ہوتے ہیں جبکہ واجب کفائی میں صرف فعل مقرر ہوتا ہے۔

اسی طرح معاشرتی برائیوں کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر ہر لحظہ جہاد فرض کفایہ ہے اور واجب کفایہ ہے۔ اسلام میں ایک جہاد محاربانہ ہے اور دوسرا جہاد مصلحانہ ہے۔ مصلحانہ جہاد معاشرے کی اصلاح اور ترقی کے لیے ہر وقت جاری رہتا ہے اور معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ اور معاشرے سے کرپشن و بدعنوانی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے مسلسل جاری رہتا ہے۔ حتیٰ کہ سارے معاشرے میں امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے مستقل جاری رہتا ہے اور ہر کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے جاری رہتا ہے۔ اور ہر کسی کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے جاری رہتا ہے اور مظلوم لوگوں کو ظالموں کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے مسلسل جاری رہتا ہے اور حقوق اللہ کی پاسداری اور حقوق العباد کی مستقل فراہمی کے لیے جاری رہتا ہے۔ ہم نے بدقسمتی سے جہاد کو صرف اور صرف دشمن سے جنگ کی حد تک محدود کر کے اسلام کے مصلحانہ کردار سے اپنے معاشرے کو محروم کر دیا ہے۔

آج ہم کلمہ گو ہیں اور مسلمان ہیں اور ہمارے مسلمان ہونے کے معاشرے میں غالب مثبت اثرات الاماشاء اللہ نظر نہیں آتے ہیں۔ ہماری دینی و مذہبی کاوشیں اور ہماری اسلامی مساعی بے شمار اور بے حساب ہیں لیکن معاشرتی سطح پر بگاڑ کم ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا ہے۔ آج ہمیں ہر مدرسے کو، ہر سکول کو، ہر کالج کو، ہر یونیورسٹی کو، ہر مسجد کو اور ہر معلم و استاد کو سربراہ ادارہ کو اور ہر واعظ و ہر عالم کو ہر سیاسی رہبر و راہنما کو ایک مصلح قوم بنانا ہوگا۔

اَوْ اِصْلَاحٍ م بَيْنَ النَّاسِ۔(47)

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔(48)

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَ يْكُمْ۔(49)

اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے اور واجب کفایہ ہے۔ مسلم معاشرے میں ہر طرف برائی کے غلبے سے ہم اس فرض کفایہ اور واجب کفایہ کے تارک ہورہے ہیں۔ ہم سب کے سب اجتماعی طور پر اللہ کی بارگاہ میں گناہگار ہورہے ہیں۔

آیئے آج معاشرتی برائیوں اور جرائم کے خلاف مصلحانہ جہاد کا آغاز کریں، سب سے پہلے عوامی فلاح کے کاموں سے آغاز کریں۔ اپنے گھروں، اپنے محلوں، اپنے دفتروں اور اپنے اداروں کو پاک اور صاف رکھیں۔ قبیلوں، محلوں اور بازاروں، دفتروں اور اداروں میں لڑائیوں اور جھگڑوں کا خاتمہ کریں۔ ظالموں کو ان کے ظلم سے روکیں۔ فتنہ پرور لوگوں کو ان کی فتنہ بازی سے منع کریں، مفسد لوگوں کی فساد انگیزی کے سامنے آہنی دیوار بنیں۔ صلہ رحمی کو اور باہمی دوستی کو فروغ دیں، نفرت وانتشار کا خاتمہ کریں محبت واخوت کو معاشرے میں ہر سو عام کریں۔ خود اچھے بنیں اور دوسروں کو اچھا بننے کی ترغیب دیں۔ ہر انسان کی بحیثیت انسان عزت کریں، کسی کا حق نہ مارے کسی کے لیے برا نہ سوچیں، کسی کو ناحق تکلیف نہ دیں۔ یہ سارا کردار ایک مسلمان کا فرض کفایہ ہے اور واجب کفایہ ہے۔ بعض حالات میں یہ فرض کفایہ اور واجب کفایہ یہ فرض عین اور واجب عین میں بدل جاتا ہے۔ یوں ہماری کل زندگی واجبات شرعیہ اور واجبات معاشرہ سے بھری پڑی ہے اور جب اس قوم کے ہر ہر فرد نے اپنے واجب شرعی اور واجب اجتماعی کو ادا کرنا شروع کردیا تو پھر یہ قوم صحیح معنوں میں قوم بن جائے گی اور یہ معاشرہ سنور جائے گا اور یہ ملک اور یہ قوم، ایک عظیم ملک اور ایک عظیم قوم بن جائے گی۔

ہمارے ملک کی ایک ہی Product اگر اچھی ہوجائے تو سب اشیاء اچھی ہوجائیں گی، ہر چیز عمدہ اور بہتر ہوجائے گی۔ اور وہ ہمارے تعلیمی ادارے ہیں۔ ہمارے اسکولز ہیں، ہمارے دینی مدرسے ہیں، ہمارے کالجز ہیں اور ہماری جامعات ہیں اور ہماری یونیورسٹیاں ہیں۔ یہاں سے انسانوں کی Production ہوتی ہے۔ یہ انسان سازی کے ادارے ہیں یہ انسان سازی کی فیکٹریاں ہیں۔ اگر ہمارے تعلیمی ادارے اچھے انسان تیار کرنا شروع کردیں تو یہ معاشرہ اچھا ہوجائے گا اور یہ قوم اچھی ہوجائے گی۔

اس لیے افراد کی سوچ اور افراد کا عمل یہ تعلیمی ادارے ہی تشکیل دیتے ہیں اور یہی ادارے ہی ان کی شخصیت بناتے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے سے اگر یہ آواز اٹھتی ہوئی ہمیں سنائی دیتی ہے کہ فلاں ملک و قوم کا غدار ہے وہ ملک کو لوٹنے والا ہے وہ کرپشن اور بدعنوانی کا بازار گرم کرنے والا ہے۔ وہ لوگوں پر ظلم و ستم کرنے والا ہے۔ وہ انصاف کو بیچنے والا ہے۔ وہ طاقت کا غلط اور ناجائز استعمال کرنے والا ہے، وہ ذاتی مفادات کا پجاری ہے اور قومی مفادات کا داغدار ہے اور سیاہ کاری تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معلم قوم نے اس فرد ریاست کو سکھانے کا حق ادا نہیں کیا ہے اور اسے پڑھانے کا فرض عین اور واجب عین پورا نہیں کیا ہے۔

قوم کے معلم نے اپنے فرض عین اور اپنے واجب عین میں غفلت برتی ہے اور اپنے عمل اور اپنے عمل تعلیم و تعلم میں کوئی کوتاہی اور کوئی خطا کی ہے جس کی وجہ سے قوم میں سیاسی بربادی اور معاشی تباہی ہے۔

اس لیے کہ استاد اور معلم تو ہوتا ہے وہ ہے جو زمانے کو بدل ڈالے جو لوگوں کو بدل ڈالے نہ یہ کہ اس سے اس کے طلبا ہی نہ بدلیں تو وہ کیسا معلم ہے؟ اس لیے اکبر آلہ آبادی نے کہا تھا:

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو

مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

زمانہ، لوگ اور قومیں جس عمل سے بدلتی ہیں وہ سیکھنے کا عمل اور سکھانے کا عمل مسلسل ہے۔ اس لیے اکبر آلہ آبادی اپنی قوم کو ترقی کا یہ پیغام دے کر گیا تھا کہ

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو، صنعتیں سیکھو، ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے، اطراف دنیا میں، سفر سیکھو
خواص خشک و تر سیکھو علوم بحر و بر سیکھو

آخر پر اس قوم کے لیے یہی دعا ہے۔ 76 سالہ پاکستانی قوم اب کچھ تو زندگی کے راز سیکھو۔

نتائج البحث:

1. انسانی زندگی کا حقیقی حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور تمام شرعی احکام کا سرچشمہ قرآن وسنت ہیں۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کو انہی احکام کے مطابق ڈھالے۔
2. شریعتِ اسلامیہ نے انسان کے انفرادی، اجتماعی، اخلاقی اور معاشرتی فرائض کو واضح طور پر متعین کیا ہے تاکہ ایک متوازن، پرامن اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکے۔
3. فرض اور واجب کی ادائیگی محض عبادات تک محدود نہیں بلکہ والدین کے حقوق، وعدوں کی پابندی، معاملات میں دیانت، معاشرتی انصاف اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی شرعی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔
4. شرعی واجبات کی مختلف اقسام (واجبِ مطلق، واجبِ مقید، واجبِ معین، واجبِ غیر معین، واجبِ عینی اور واجبِ کفائی) کی معرفت سے مسلمان اپنے فرائض کو صحیح انداز میں ادا کر سکتا ہے۔
5. فرضِ عین کی ادائیگی ہر مکلّف مسلمان پر انفرادی طور پر لازم ہے، جبکہ فرضِ کفایہ کی ادائیگی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اگر معاشرہ اس ذمہ داری سے غفلت برتے تو پوری امت گناہ کی مستحق ہوتی ہے۔
6. امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اصلاحِ معاشرہ، ظلم کے خاتمے، عدل کے قیام اور اجتماعی بھلائی کے لیے جدوجہد اسلامی معاشرے کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔
7. تعلیمی ادارے، مدارس، جامعات، اساتذہ اور علماء ایک صالح اور ذمہ دار معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، لہٰذا ان اداروں کی اصلاح دراصل قوم کی اصلاح ہے۔
8. جب افراد اپنی شرعی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو اخلاص کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو معاشرے میں امن، عدل، باہمی اعتماد اور ترقی فروغ پاتی ہے، جبکہ ان ذمہ داریوں سے غفلت انتشار، بدعنوانی اور اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1. التوبۃ،122:9
2. النساء،59:4
3. الرازی ،الجصاص الحنفی ابو بکر احمد بن علی ، احکام القرآن ، محقق محمد صادق القمحاوی بیروت ،دار احیا التراث العربی ، 1405ھ ،3، ص182
4. الرازی ،الجصاص الحنفی ابو بکر احمد بن علی ،احکام القرآن ،ج3 ص182
5. الجوزی ، شمس الدین محمد بن ابی بکر ، الموقعین ، 2 محقق محمد عبد السلام ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،طبع اولی 1991م ،ج4 ص110
6. العبسی ،الشیبہ ابو بکر عبداللہ بن محمد المصنف لابن ابی شیبہ ، محقق سعد بن ناصر بن عبد العزیز ،الریاض السعودیہ دار کنوزیہ اشبیلیا للنشر والتوزیع2015, ج10 ص208الرقم34716
7. الرازی ،الجصاص الحنفی ابو بکر احمد بن علی ،احکام القرآن ،ج3 ص182
8. الرازی ،الجصاص الحنفی ابو بکر احمد بن علی ،احکام القرآن ،ج3 ص177
9. مالک بن انس ، موطأ الإمام مالک ، محقق بشار عواد ، الناشر : مؤسسة الرسالة – بیروت، الطبعة: الأولی، 1991 م،ج 2ص 72رقم1878
10. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقہ، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور، ص69
11. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقہ ص69
12. یوسف،40:12
13. الانعام،62:6
14. الرعد،41:13
15. الاعراف،3:7
16. النساء،59:4
17. المائدۃ،44:5
18. المائدۃ،47:5
19. المائدۃ،45:5
20. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقہ، ص69
21. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص26
22. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص29.27
23. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص32
24. البخاری علاوالدین عبد العزیز بن احمد ، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، اسطنبول ، شرکۃ الصحافۃ العثمانیہ ، طبع اولی 1890ج2ص303

25. البقرہ،110:2
26. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص32
27. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص33
28. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص33
29. البقرہ،185:2
30. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص33
31. آل عمران،97:3
32. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص33
33. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص33
34. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص35
35. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص35
36. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص34
37. محمد،4:47
38. المائدۃ،89:5
39. المائدۃ،89:5
40. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص34
41. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص36
42. الدکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز، ص36
43. الدکتور الاستاد الزحیلی الوھبہ ،الوجیز فی اصول الفقہ ، بیروت لبنان ،دار الفکر المعاصر طبع اولی 1911 ص124
44. الوجیز، الدکتور عبدالکریم زیدان، ص36
45. خلاف، عبدالوہاب، علم اِصول الفقہ، علم اِصول الفقہ، ناشر: مکتبۃ الدعوۃ- شباب الازہر، ص160
46. الوجیز، الدکتور عبدالکریم زیدان، ص36
47. النساء،114:4
48. الانفال،1:8
49. الحجرات،10:49